اسلامی ریاست میں نظم وضبط کو فروغ دینے کی نبویؐ حکمت عملی

ڈاکٹر محمد ریاض محمود*

Islamic state is such a comprehensive and beautiful paragon of devine teachings and human experiences whose major charactristics are; supermacy of sharia, humantarian equality, freedom of expression, equity and justice, social welfare, tolerance and the safeguard of basic human rights. It is extremely necessary for the state to take such crucial and decisive steps for the expension of these multidimentional characteristics which could lay down the foundation of such a society which is based on mutual co-operation and harmony, humanitarian relations, unity, faith and discipline. Discipline is such an exampalary rule and regulation which can enhance and improve the performance of the state and enables the public and the institutions of public welfare to promote civilization and culture, mutual co-opreation, the safeguard of human and economic resources, nourishing of morals and character as well as man power. Islam is not only a mere preacher and supporter of discipline but it has also made it as the life and soul of the muslim society which displays such numerous manifestationsin its beliefs and day to day human dealings. The Holy Prophet (PBUH) introduced such a code of conduct just because of the great significance of unity and discipline which should be temperate, well-balanced, just and comprehensive. That is why, Islam manifests an amazing spirit of unity and discipline in beliefs, acts of worship, day to day dealings, social issues, inheritance, politics, economy and even in sports and games. This research article has been compiled to seek and analyze this great characteristic and asset of human life, unity and discipline. Moreover, such efforts have also been highlighted and demonstrated which The Holy Prophet (PBUH) made to inspire his companions and common people to follow the golden principles of discipline.

اسلامی ریاست الہامی تعلیمات اورانسانی تجربات کے حاصلات و ثمرات کا ایسا حسین امتزاج ہے جس کے خصائص و مظاہر میں شریعت کی بالادستی، شورائیت، مساوات، آزادیٔ اظہار، عدل، فلاحِ عامہ، تبلیغ، جہاد، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، صلہ رحمی، مصالحِ شریعہ کالحاظ اور بنیادی انسانی حقوق کاتحفظ ایسے صالح اورانسان دوست عناصر شامل ہیں۔ [1] ان کثیر التعداداور مختلف الانواع فضائل ومحاسن کی وسیع پیمانے پر نشوونما کے اہداف ومقاصد کو حاصل کرنے کے ضمن میں ریاست کے لئے ایسے اقدامات کرنانہایت ضروری ہے جن کے ذریعے حکمت وبصیرت، حسنِ ترتیب، مہذب ذوق، شائستگی، شگفتگی، سلیقہ مندی، ہم آہنگی، رابطہ اور نظم وضبط پر مبنی معاشرہ کی تنظیم و تشکیل ہو۔ نظم وضبط ریاست کی کارکردگی میں کمال درجے کی بہتری لانے والاوہ اصول اور ضابطہ ہے جس کی مدد سے ریاست

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف گجرات، گجرات

کے عوام اوراس کے ادارے تہذیب وتمدن، مقصدیت، جامعیت، تحمل وبرداشت، اشتراک وتعاون، انسانی ومادی وسائل کا تحفظ، اخلاق وکردار کی تعمیر اورافرادی قوت کی تربیت کا اعلیٰ نمونہ بن کر اُبھرتے ہیں۔ حیاتِ انسانی کے مختلف گوشوں میں نظم وضبط کی اسی اہمیت وافادیت کے پیش نظر رسول اللہؐ نے ایسا نظام متعارف کرایا جو ہر اعتبار سے معتدل، متوازن، مرتب، منظم اور مربوط ہے۔ اسلام نظم وضبط کی تعلیم وتربیت اور ترغیب وتلقین کا نہ صرف یہ کہ داعی ہے بلکہ خود داخلی طور پر بھی اپنی تعلیمات کے عظیم خزانوں میں نظم وترتیب کے اس سنہری اصول کا حامل ہے۔ عقائد، عبادات، معاملات، وراثت، سیاست، معیشت حتی کہ رسم ورواج اور کھیل کود میں بھی ایک خوبصورت ترتیب، تدریج اور نظم کارفرما نظر آتا ہے۔(۲) زیرِ نظر مقالہ میں اسی نظم اور ضابطہ کی تحقیق وتلاش کی گئی ہے ۔اس ضمن میں ابتدائی مرحلہ کے طور پر مسلم علماء کی عربی، انگریزی اوراردوزبانوں میں اُن علمی وتحقیقی کاوشوں کا تذکرہ کیا گیاہے جو اُنہوں نے زیر بحث موضوع کی تفہیم وتشریح اور ترسیل وترویج کی غرض سے انجام دیں۔ اس کے بعد نبوی تعلیمات کی روشنی میں نظم وضبط کے تصور کی وضاحت کی گئی ہے، قرآن وسنت کی رو سے نظم وضبط کتنا اہم معاملہ ہے اس کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے نیز ان قابل تقلید اور لائق تحسین طریقوں کی نشاندہی کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو رسول اللہؐ نے اسلامی ریاست میں عوام الناس کو نظم وضبط کا پابند بنانے کے لئے اختیار فرمائے۔ علاوہ ازیں ایسے پہلوؤں اوران سے متعلق علمی وفکری سوالات پر بھی غور وخوض کیا گیاہے کہ کس طرح ان نبوی تعلیمات کی روشنی میں پاکستان ایسی جدید اسلامی ریاست میں نظم وضبط کو فروغ دے کر تعلیمی، معاشی، معاشرتی، تجارتی، سیاسی اور بین الاقوامی سطح پر کامیابیاں حاصل کی جاسکتی ہیں۔ آخر میں ''خاتمہ ونتائج'' کے زیرِ عنوان تمام مباحث کو مربوط ومنظم انداز میں سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔

موضوع ہذا سے متعلق مسلمانوں کی علمی روایت کا مختصر جائزہ

اسلامی ریاست میں نظم وضبط کے قیام کی نوعیت وحکمت اوراس کی افادیت وفلسفہ کے بارے میں علومِ اسلامیہ کے مختلف مصادر بہترین رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ قرآن مجید، احادیثِ نبویہ، روایاتِ سیرت، کتبِ فقہ اور دیگر علوم وفنون سے متعلق مختلف ماخذوں میں اس ضمن میں خاطر خواہ اشارات وحوالہ جات ملتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مختلف علماء ومحققین نے جزوی وضمنی مباحث میں اس موضوع پر اسلامی تعلیمات کی مختلف جہات کو واضح کیاہے۔ موضوع ہذا کی مختلف جہات پر لکھی جانے

والی کتب میں اولین نام ''الأحکام السلطانية''کا ہے، یہ قاضی ابویعلیٰ محمد بن الحسین الفرّاء الحنبلی (م۴۵۸ھ) کی شہرہ آفاق تصنیف ہے جو امامت، شرائطِ امامت، ریاست، ولایت الامام، مرتدین کے احکام، عدلیہ، نظامِ احتساب، امورِ حج، صدقات اور حدود و تعزیرات کے مختلف پہلوؤں سے بحث کرتی ہے۔ [۳]''الأحکام السلطانية'' کے نام سے ہی لکھی جانے والی بیس ابواب پر مشتمل ایک اور کتاب امام ابوالحسن علی بن محمدبن حبیب الماوردي(م۴۶۳ھ) کی ہے جسے قدرے زیادہ شہرت و قبولیت حاصل ہوئی۔ اس میں امامت، وزارت، گورنروں کا تقرر، سپہ سالاروں کا تقرر، معاشرتی اصلاح کی جنگیں، مرتدین کے بارے میں احکامات، قضاء، فوجداری احکام، نقیبِ انساب، نمازوں کی امامت، امیرِ حج کا تقرر، صدقات، فئے اور غنیمت کے اموال کی تقسیم، جزیہ اور خراج، مختلف علاقوں کی زمینوں کی ملکیت اوران کے استعمال کے احکام، افتادہ آراضی کو آباد کرنا، چراگاہوں اور رفاہِ عامہ کے انتظامات، جاگیروں کے احکام، دیوان کے احکام، جرائم اور احتساب کے احکام پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ [۴]اس ضمن میں ''تھذیب الریاسة وترتیب السیاسة''از محمد بن علی القلعی الشافعی (م۶۳۰ھ) بڑی اہمیت کی حامل ہے، اس میں مسلم حکمران کے خصائص وشرائط اور اصول واضح کئے گئے ہیں۔ اس میں نظم وضبط کے اُس مثالی ماحول کا تذکرہ کیا گیا ہے جنہیں اُموی خلفاء نے قائم کیا، یادرہے کہ یہ کتاب حضرت امیر معاویہ سے لے کر متوکل تک کے زمانے کے انتظامی حالات کی وضاحت کرتی ہے۔[۵]''السیاسة الشریعہ فی اصلاح الراعی والرعیہ '' نظم وضبط کی وضاحت کرنے والی ایک بہترین کتاب ہے جس کے مصنف امام ابن تیمیہ(م۷۲۸ھ) ہیں۔ آپ نے اسلامی ریاست کے مختلف سیاسی وانتظامی پہلوؤں پر بڑی تفصیل سے لکھا ہے، اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے کردار کی وضاحت بھی کی گئی ہے نیز حدود و تعزیرات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔[۶] آٹھویں صدی ہجری کے ہی بدرالدین ، ابن جماعة، محمد بن ابراہیم الکنانی الحموی الشافعی (م۷۳۳ھ) کی '' رئاسة المحاکم الشرعیة والشؤون الدینیہ''، موضوع ہذا پر ایک تفصیلی کتاب ہے، اس کے بارہ ابواب ہیں جن میں ذیلی فصول کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ اس کے مباحث میں خلیفہ، وزیر اور عامل کے فرائضِ منصبی کی وضاحت ہے۔

غیر مسلموں کے حقوق و فرائض، بیت المال، سرکاری زمینیں، عشر وزکوٰۃ کی وصولی اوران کا استعمال، دارالخلافہ کے آداب اور سرکاری دفاتر کے آداب پر بھی بات کی گئی ہے۔(۷)

علی بن محمد الخزاعی (م۷۸۹ھ) نے اپنی کتاب ''تخریج الدلالات السمعیۃ علی ماکان فی عہدرسول اللہ من الحرف والصنائع والعمالات الشرعیۃ'' میں خلافت، وزارت اور عمال پر بحث کی ہے نیز امورِ حج اور حکمران طبقہ کے زُہد و تقویٰ اور حُسنِ انتظام کے ضمن میں اُن کی ذمہ داریوں کی وضاحت کی ہے۔(۸) الخزاعی کی مذکورہ کتاب کی باقاعدہ شرح کی حیثیت ''نظام الحكومة النبوية المسمى به ا لتراتيب الإدارية والعمال اتوا لصنا عات و المتاجر والحالة العلمية التي كانت على عهدت أسيس المدنية الإسلامية في المدينة المنورة العلمية'' کو حاصل ہے جو کہ علامہ الشيخ محمد عَبْدالحَيّ الكتاني(م ۱۳۸۲ھ) کی تصنیف ہے۔ یہ دو جلدوں میں ہے، اس میں نبوی نظامِ حکمرانی کے تمام پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے، نظامِ حکومت چلانے والے ادارے، صنعت وحرفت، زراعت، ریکارڈ کی تدوین وتہذیب نیز سیاسی اور فوجی حکمتِ عملیوں ایسے موضوعات پر تفصیل سے بات کی گئی ہے۔(۹) ''الإسلامو الدستور'' از توفيقبنعبدالعزيز السديري ایسی اجتہادی نوعیت کی کتاب ہے جس میں قانون، نظمِ مملکت، ریاست اور عمال کے اوصاف وفرائض پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مصنف نے حالات وزمانہ کی تبدیلی کی وجہ سے قانونِ اسلامی میں آنے والی تبدیلیوں کا پس منظر واضح کیا ہے نیز غیر جانبدارانہ تجزیہ کی روایت کو مضبوط کیا ہے۔(۱۰) ''نظامالإثباتفيالفقهالإسلامي'' از عوضعبداللهأبوبكر میں مملکت اسلامیہ کے مختلف انتظامی شعبہ جات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ خصوصاً نظامِ عدل، قاضی اور گواہی کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔(۱۱) ''النظام القضائي في الفقه الإسلامي'' از محمد ر أفت عثمان چار فصول پر مشتمل کتاب ہے جس میں عدالتی امور کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس ضمن میں قاضی کی شرائط، فرائض اور معزولی کے امور زیرِ بحث آئے ہیں، علاوہ ازیں دعویٰ اور اس کی سماعت، وسائلِ اثبات اور فیصلہ پر تفصیل سے بات کی گئی ہے۔(۱۲) عربی مصادر کے ساتھ ساتھ علامہ محمد اسد کی انگریزی زبان میں کتاب "The Principle of State and Government in Islam" بھی حکومت

وریاست اوران کے حسن انتظام کے تقاضوں سے بحث کرتی ہے۔ (۱۳) مذکورہ کتب کے علاوہ درج ذیل کتب بھی موضوع ہذا کے مختلف پہلوؤں پر گراں قدر معلومات فراہم کرتی ہیں۔

1. "نظراتاستشرافيةفيفقهالعلاقاتالإنسانيةبينالمسلمينوغيرالمسلمين"از حسنبنمحمدسفر

2. "سماحةالإسلامفيالتعاملمعغيرالمسلمين"از حكمتبنبشيربنياسين

3. "أثرالعقيدةالإسلاميةفيتضامنووحدةالأمةالإسلامية"از أحمدبنسعدحمدانالغامدي

4. "الإدارةفيعصرالرسولصلىاللهعليهوآلهوسلم"از أحمدعجاجكرمى

5. "المجتمعوالأسرةفيالإسلام"از محمدطاهرالجوابي

6. "أصولالتربيةالإسلاميةوأساليبهافيالبيتوالمدرسةوالمجتمع"از عبدالرحمنالنحلاوي

7. "معالمأصولالتربيةالإسلاميةمنخلالوصاياالقمانلابنه"از عبدالرحمنمحمدعبدالمحسنالأنصاري

8. "مشكلةالسرففيالمجتمعالمسلموعلاجهافيضوءالإسلام"از عبداللهبنإبراهيمالطريقي

9. "أثر التربية الإسلامية في أمن المجتمع الإسلامي" از الدكتور عبدالله قادري الأهدل

10. "المنهاج النبوي لتصحيح أخطاء الفرد والمجتمع" از محمد علي محمد يحيى الأخرش

11. "فقه الأحكام السلطانيةمحاولة نقدية للتأصيل والتطوير" از عبد الكريم محمد مطيع الحمداوي

12. "أسباب ظاهرة الإرهابفي المجتمعات الإسلامية : رؤية ثقافية " از عبدالله بن محمد العمرو

موضوع ہذا پر عربی مصادر کے ساتھ ساتھ اردو مصادر بھی موجود ہیں۔اختصار کی غرض سے چند کتب کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

1. "اسلامی ریاست"، "خطباتِ بہاولپور" اور "عہدِ نبوی کا نظامِ حکمرانی" از ڈاکٹر حمید اللہ

2. "اسلام اور عدل اجتماعی" از سید ابوالاعلیٰ مودودی

3. "اسلام کا نظامِ حکومت" از مولانا حامد انصاری

4. "اسلامی سیاست" از مولانا گوہر الرحمٰن

5. "مالیاتی نظم کا قیام (تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں)" از ڈاکٹر حافظ محمود اختر

6. "حضور نبی اکرم ﷺ بحیثیت منتظم اعلیٰ" از محمد الیاس ہاشمی

مذکورہ بالا عربی، انگریزی اور اردو کتب میں وہ احکامات وروایات درج ہیں جن کی وجہ سے مسلمان اپنے پورے نظامِ حیات میں پابندی اور ڈسپلن کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔ ان کتب کا بیشتر حصہ حضورؐ کے متعارف کردہ نظامِ حکومت سے متعلق ہے، یاد رہے کہ اسلامی ریاست میں دین وسیاست اکٹھے ہی چلتے ہیں لہٰذا جب بھی کسی دینی معاملے میں نظم وضبط کے قیام کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ دنیوی معاملات میں نظم وضبط کے قیام کی شکل میں سامنے آتا ہے۔ مذکورہ کتب میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں اور مرحلوں میں نظم وضبط کے قیام کی مختلف حکمت ہائے عملیاں بیان کی گئی ہیں۔ اگرچہ موضوعاتی اعتبار سے یہ کتب حکومت وریاست کے معاملات سے بحث کرتی ہیں۔ لیکن اسلامی تصور حیات میں چونکہ دین وسیاست ہم آہنگ ہیں، اس لئے یہ سارا علمی ذخیرہ بلاواسطہ یا بالواسطہ زندگی کے نظم اور اسکی ترتیب سے متعلق ہے۔ مذکورہ بالا بحث کے نتیجہ کے طور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ سیاست، نظام حکومت، عدل اجتماعی، احکام السلطانیہ، اصول تربیت، تھذیب الریاسۃ، ترتیب السیاسۃ، السیاسۃ الشرعیہ، نظام الحکومۃ اور التراتیب الاداریۃ کے نام سے لکھی جانے والی تمام کتب اسلام کے تصور نظم وضبط کی وضاحت کرتی ہیں۔

تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں نظم وضبط کا تصور

نظم وضبط ایک ایسا متنوع الجہات اور وسیع تصور ہے جس کے معانی ومفاہیم کے تعین میں مختلف لوگوں نے مختلف انداز میں رائے کا اظہار کیا ہے۔ علامہ زمخشری، ابن منظور افریقی، ابو طاہر مجدالدین فیروزآبادی اور جلال الدین سیوطی نے اپنے اپنے الفاظ واسالیب میں "نظم" کا معنی موتی پرونا، جوڑنا، درست کرنا، باہم ملانا، ترتیب دینا، ہم آہنگ ہونا، منسلک کرنا، طریقہ کار اور عادت تحریر کیا ہے۔ [۱۴] بعض علمائے بلاغت نے نظم کے مترادفات کے طور پر تناسق، توافق، تناسب اور ربط کے الفاظ درج کئے ہیں۔ [۱۵] اسلامی احکامات وتعلیمات میں نظم وضبط کی تعلیم وتلقین سے متعلق عناصر کی موجودگی ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی ذی شعور انکار نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس ضمن میں دو چیزوں کا اہتمام فرمایا، ایک تو یہ کہ نظامِ فطرت اور اس کے مختلف مظاہر میں کمال درجے کا نظم وضبط پیدا کر دیا، اور دوسرا اہتمام یہ کیا کہ اپنی مخلوقِ خاص یعنی انسان کو نظم وضبط کا پابند کرنے کے لئے مختلف طریقوں کو اختیار کرنے کی ہدایت کی۔

اسلام دینِ فطرت ہے اور اپنی تعلیمات میں انسان کے اجتماعی شعور کا لحاظ رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ یہ انسانوں کے سماجی تعلقات سے پیدا ہونے والی اجتماعیت کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ اس اجتماعیت کی تنظیم و تشکیل میں بھرپور مدد کرتا ہے اور ایسے فطری اصول دیتا ہے جن سے اجتماعیت مستحکم و مضبوط ہو۔ اس ضمن میں اسلام کی حکمتِ عملی بڑی واضح ہے، وہ اس کے لئے صالح بنیادیں فراہم کرتا ہے اور ایسے عوامل کا سدباب کرتا ہے جو اس اجتماعیت اور اس کے نظم میں بگاڑ پیدا کریں۔ [۱۶] اس حکمتِ عملی کا ہدف انفرادی بھی ہے اور اجتماعی بھی۔ فرد کی انفرادیت سارے نظام حیات کی بنیاد ہے، فرد اجتماعی زندگی کے لئے جو ادارے بناتا ہے اسلام اس کی حوصلہ افزائی کرتا۔ ان تمام مراحل میں اسلام انسانوں کو اصول و قوانین فراہم کرتا ہے۔ خیر و شر کی تمیز سکھاتا ہے نیز افراد اور ان کے بنائے ہوئے اداروں کو ان کی حدود و قیود سے آگاہ کرتا ہے۔ مثلاً اسلام نسلِ انسانی کی وحدت کا داعی ہے، وہ کسی ایسی گروہ بندی کو مستقل قرار نہیں دیتا جو انسانوں میں باہمی تفریق اور اونچ نیچ پر مبنی ہو۔ اسلام نے ایسا نظم وضبط قائم کیا ہے جس میں رنگ، نسل، زبان اور وطن کے امتیازات جگہ نہ پاسکیں۔ اسلامی نقطہ نظر یہ ہے کہ جو شخص انسانوں کے درمیان ان امتیازات کو ہوا دیتا ہے وہ نظم وضبط کو تباہ کرتا ہے۔ نظم میں اس خرابی کا اثر انفرادی سطح پر بھی ہوتا ہے اور اجتماعی سطح پر بھی۔ نبوی تعلیمات میں نظم وضبط کے تصور کی تعبیر یہ ہے کہ انسانی معاشرت عدل، قیامِ خیر، رفع شر، ہمدردی، ایثار، احساسِ ذمہ داری، شرف انسانیت، احتساب، مساوات اور تقویٰ کی صفات سے متصف ہو۔ اس وسیع تصور کے تحت نظم وضبط کی موجودگی کا احساس اسلام کے متعارف کرائے گئے عقائد، عبادات، معاملات، حدود و تعزیرات، جہاد، غیر مسلموں سے سلوک، تعلیمی و تفریحی سرگرمیوں حتیٰ کہ انسانی زندگی کے ہر پہلو اور مرحلہ میں واضح طور پر نظر آتا ہے۔ [۱۷]

انسانی زندگی میں نظم وضبط کی اہمیت: قرآن وسنت کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا خالق ہے، اس نے مخلوقات میں ایک طبعی اور فطری نظم قائم کر رکھا ہے۔ اس نظم سے فرار یا بغاوت کی کسی کو مجال نہیں، سوائے ان مخلوقات کے کہ جن کو خالقِ حقیقی نے خود اختیار سے نواز رکھا ہے کہ چاہے تو وہ نظمِ خداوندی کے تابع رہیں یا اپنی مرضی و منشاء پر چلیں۔ اس اختیار سے نوازی گئی مخلوقات میں سے اول حیثیت حضرتِ انسان کی ہے۔ مگر ایک وقت آئے گا کہ حضرتِ انسان سے نظمِ خداوندی سے فرار کی باز پُرس ہوگی۔ بعض مخلوقات اور تخلیقات ایسی ہیں

جو خالق کے قائم کردہ نظم وضبط کی مکمل طور پر پابند ہیں۔ مثلاً زمین اور چاند، سورج کے گرد ایک منظم طریقے سے گردش کرتے ہیں۔ اسی نظم اور ترتیب کا فیضان رات اور دن ہیں۔ زمین پر موسموں کے آنے کی ایک ترتیب ہے حتی کہ انسانوں کا اپنا وجود بھی بہت سے داخلی وخارجی عوامل کے نظم وضبط میں رہنے کا نتیجہ ہے۔ انسانی جسم کا نشوو ارتقاء اور عمر کے ساتھ آنے والی مسلسل تبدیلیاں ایک منظم طریقہ کار اور اصول کی وضاحت کرتی ہیں۔ سورج، چاند اور تارے سب اللہ کے حکم کے پابند ہیں، وہ اس پابندی کی خلاف ورزی نہیں کرسکتے۔ ارشاد ہے:

إِنَّ رَبَّكُمُ ٱللَّهُ ٱلَّذِي خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ يُغْشِي ٱلَّيْلَ ٱلنَّهَارَ يَطْلُبُهُۥ حَثِيثًا وَٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ وَٱلنُّجُومَ مُسَخَّرَٰتٍۭ بِأَمْرِهِۦٓ ۗ أَلَا لَهُ ٱلْخَلْقُ وَٱلْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلْعَٰلَمِينَ[۱۸]

''بیشک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا ہے ، پھر عرش پر قائم ہوا، وہ رات سے دن ایسے طور پر چھپا دیتا ہے کہ وہ رات اس دن کو جلدی سے آلیتی ہے اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں۔ یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا بڑی خوبیوں سے بھرا ہوا اللہ جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔''

زمین اور آسمان خدائی نظم وضبط کے بہترین مظاہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے نظم وضبط کی بنیاد پر خود اپنے خدا ہونے کی دلیل قائم کی ہے اور کہا ہے کہ اگر زمین وآسمان میں اللہ کے سوا اور بھی کوئی حقیقی معنوں میں معبود ہوتا تو زمین وآسمان تباہ ہوجاتے۔ ارشاد ہے:

لَوْ كَانَ فِيهِمَآ ءَالِهَةٌ إِلَّا ٱللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَٰنَ ٱللَّهِ رَبِّ ٱلْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ[۱۹]

''اگر آسمان وزمین میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور بھی معبود ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہوجاتے ، پس اللہ تعالیٰ عرش کا رب ہے، ہر اس وصف سے پاک ہے جو یہ مشرک بیان کرتے ہیں۔''

مختلف مخلوقات کی پیدائش میں کمال درجے کا ربط اور تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا، پھر اس کی مدد سے مختلف قسم کی کھیتیاں پیدا کیں اور پھر فرمایا خود بھی کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی کھلاؤ۔ ارشاد ملاحظہ ہو:

ٱلَّذِي جَعَلَ لَكُمُ ٱلْأَرْضَ مَهْدًا وَسَلَكَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا وَأَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجْنَا بِهِۦٓ أَزْوَٰجًا مِّن نَّبَاتٍ شَتَّىٰ[۲۰]

"اسی نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا اور اس میں تمہارے چلنے کے لئے راستے بنائے ہیں، آسمان سے پانی بھی وہی برساتا ہے، پھر برسات کی وجہ سے مختلف قسم کی پیداوار بھی ہم ہی پیدا کرتے ہیں۔"

رسول اللہؐ کو بھی اپنے فرائض کی انجام دہی میں ایک واضح طریقہ کار اختیار کرنے کا پابند بنایا گیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

هُوَ ٱلَّذِي بَعَثَ فِي ٱلۡأُمِّيِّـۧنَ رَسُولٗا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ(٢١)

"وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے"

اللہ تعالیٰ کا طریقہ کار اس کا قانون ہے، یہ نظم وضبط کی صفت سے متصف ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ فرمایا:

سُنَّةَ ٱللَّهِ ٱلَّتِي قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلُۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ ٱللَّهِ تَبۡدِيلٗا (٢٢)

"اللہ کے اس قاعدے کے مطابق جو پہلے چلا آیا ہے تو کبھی بھی اللہ کے قاعدے کو بدلتا ہوا نہ پائے گا۔"

مظاہرِ فطرت میں نظم وضبط پیدا کر کے انسان کے لئے تعلیم و تربیت کا سامان فراہم کیا گیا ہے۔ انسانی زندگی میں نظم وضبط اور اصول و قاعدہ پر مبنی رویے کامیابی، پائیداری اور استحکام کے ضامن ہیں، بدنظمی اور بے قاعدگی بہت سے مسائل اور پیچیدگیوں کو جنم دیتی ہے۔ وحی اور اس کی بنیاد پر قائم نظامِ الٰہی انسان کو رہنمائی فراہم کرتے ہیں، یہ رہنمائی اسے ایک ضابطے کا پابند کرتی ہے۔ قرآن مجید نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ بہت سے افراد اور اقوام کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت اور جسمانی طاقت سے نوازا لیکن اللہ تعالیٰ کے نظم و ضابطہ کے مطابق زندگیاں نہ گزارنے کی وجہ سے وہ تباہ و برباد ہو گئے اور ان کی دولت انہیں کوئی فائدہ نہ دے سکی۔ خدائی نظم وضبط کی اتباع کا اصول ماضی میں بھی کار فرما تھا، زمانہ حال میں بھی ہے اور مستقبل میں بھی روزِ جزا و سزا کی شکل میں موجود رہے گا۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی کے خلاف ہے کہ وہ انسانوں کو اخلاق و کردار میں پختگی کے لئے ایک واضح و منظم لائحہ عمل کے بغیر دنیا میں بھیج دے۔ دنیا اور آخرت میں کامیابیوں اور خوشیوں کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک قانون متعارف کرایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

فَٱسۡتَقِمۡ كَمَآ أُمِرۡتَ وَمَن تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطۡغَوۡاْۚ إِنَّهُۥ بِمَا تَعۡمَلُونَ بَصِيرٞ (۲۳)

''پس آپ جمے رہیئے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو آپ کے ساتھ توبہ کر چکے ہیں ، خبر دار تم حد سے نہ بڑھنا، اللہ تمہارے تمام اعمال کا دیکھنے والا ہے۔''

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

فَلِذَٰلِكَ فَٱدۡعُۖ وَٱسۡتَقِمۡ كَمَآ أُمِرۡتَۖ وَلَا تَتَّبِعۡ أَهۡوَآءَهُمۡۖ وَقُلۡ ءَامَنتُ بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِن كِتَٰبٖۖ وَأُمِرۡتُ لِأَعۡدِلَ بَيۡنَكُمُۖ ٱللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمۡۖ لَنَآ أَعۡمَٰلُنَا وَلَكُمۡ أَعۡمَٰلُكُمۡۖ لَا حُجَّةَ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمُۖ ٱللَّهُ يَجۡمَعُ بَيۡنَنَاۖ وَإِلَيۡهِ ٱلۡمَصِيرُ (۲۴)

''پس آپ لوگوں کو اسی طرف بلاتے رہیں ، جو کچھ آپ سے کہا گیا ہے اس پر مضبوطی سے جم جائیں ، ان کی خواہشوں پر نہ چلیں اور کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں میرا ان پر ایمان ہے ، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تم میں انصاف کرتا رہوں ، ہمارا اور تم سب کا پروردگار اللہ ہی ہے ، ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں، ہم تم میں کوئی کٹ حجتی نہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔''

اسلام دراصل انسانوں کو استقامت پر مبنی رویّوں کو حامل بنانا چاہتا ہے۔ استقامت کا مطلب ہے کہ پورے اسلامی قاعدہ وضابطہ کی پابندی کرنا، یہ وہ اعلیٰ ترین معیار ہے جس سے ایمان وعقیدہ اور اس کی پختگی کا اظہار ہوتا ہے۔ تمام احکاماتِ اسلام کی بجا آوری اور تمام ممنوعات سے پرہیز ہی استقامت ہے، یہی استقامت اسلامی نظام حیات کے مطابق نظم وضبط اور اس کا مظاہرہ ہے۔

اسلامی ریاست میں نظم وضبط کو فروغ دینے کے طریقے

اسلام نے انسانی زندگی کے لئے ہر شعبہ کو باقاعدگی عطا کرنے کے لئے واضح احکامات دیئے ہیں، یہ احکامات نظم وضبط کے داعی ہیں۔ زیرِ نظر مضمون میں انسانی زندگی کو چار شعبہ جات میں تقسیم کرکے اُن طریقوں کی تحقیق وتلاش اور نشاندہی کی گئی ہے جن کے ذریعے اسلام نے ریاست کے عوام کو نظم وضبط کا پابند بنانے کی حکمتِ عملی وضع کی ہے۔

1. عقائد 2. عبادات 3. معاملات 4. کھیلیں اور جسمانی ورزشیں

1. عقائد کے ذریعے نظم وضبط

اسلام میں تمام تعلیمات کی اساس و بنیاد عقائد پر ہے، عقائد میں غیر معمولی نظم وضبط کا مظاہرہ ہے۔ ہمیں اس ضمن میں تمام عقائد پر نہ صرف یہ کہ یقین واعتماد رکھنا ہے بلکہ ان میں اضافے، ترمیم اور تبدیلی کا اختیار بھی حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس ضمن میں شرک سے اجتناب بذاتِ خود ایک اصول اور ضابطے کی وضاحت ہے۔ علاوہ ازیں رسول اللہؐ کے ادب واحترام میں نظم وضبط کے ان گنت اصول اور اسالیب پوشیدہ ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تُقَدِّمُواْ بَيۡنَ يَدَيِ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦۖ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۚ إِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٞ (۲۵)

''اے ایمان والے لوگو! اللہ اور اس کے رسول کے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے۔''

مزید فرمایا:

لَا تَرۡفَعُوٓاْ أَصۡوَٰتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ ٱلنَّبِيِّ وَلَا تَجۡهَرُواْ لَهُۥ بِٱلۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ أَن تَحۡبَطَ أَعۡمَٰلُكُمۡ وَأَنتُمۡ لَا تَشۡعُرُونَ (۲۶)

''اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔''

حضورؐ کو حجروں کے پیچھے سے پکارنے والوں کو بے عقل قرار دیا گیا:

إِنَّ ٱلَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصۡوَٰتَهُمۡ عِندَ رَسُولِ ٱللَّهِ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ ٱمۡتَحَنَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُمۡ لِلتَّقۡوَىٰۚ لَهُم مَّغۡفِرَةٞ وَأَجۡرٌ عَظِيمٌ (۲۷)

''بیشک جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیز گاری کے لئے جانچ لیا ہے۔ ان کے لئے مغفرت اور بڑا ثواب ہے۔''

اطاعت رسول کا ضابطہ بنایا گیا کہ جو تمہیں رسول اللہؐ دیں لے لو اور جس چیز سے منع فرمائیں، اس سے رک جاؤ:

مَّآ أَفَآءَ ٱللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ مِنۡ أَهۡلِ ٱلۡقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَٱلۡيَتَٰمَىٰ وَٱلۡمَسَٰكِينِ وَٱبۡنِ ٱلسَّبِيلِ كَيۡ لَا يَكُونَ دُولَةَۢ بَيۡنَ ٱلۡأَغۡنِيَآءِ مِنكُمۡۚ وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمۡ عَنۡهُ فَٱنتَهُواْۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلۡعِقَابِ (۲۸)

''بستیوں والوں کا جو مال اللہ تعالیٰ تمہارے لڑے بھڑے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ لگائے وہ اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت والوں کا اور یتیموں مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے تاکہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ میں ہی یہ مال گردش کرتا نہ رہ جائے اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔''

حضورؐ کی ختم نبوت بھی نظم وضبط اور قاعدہ وکلیہ کے اظہار کی ایک خوبصورت مثال ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میری اور پہلے انبیاء کی مثال اس طرح ہے جیسا کہ وہ شخص جس نے خوبصورت محل تیار کیا اور ایک کنارے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہنے دی۔ لوگ گھوم پھر کر اس محل کو دیکھتے اور پسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی۔ آپؐ نے فرمایا: سو وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (۲۹) گویا کہ قصرِ نبوت کے نظم وضبط کی تکمیل رسول اللہؐ کی بعثتِ مبارکہ کے فیض سے ہوئی۔ الغرض توحید، رسالتِ محمدی، ختمِ نبوت، فرشتے، کتبِ سماویہ، تقدیر، روزِ قیامت اور جنت ودوزخ پر ایمان اور اس کے مختلف الجہات تقاضے نظم وضبط کے قیام کی مختلف حکمتِ عملیاں ہیں۔ عقائد کے میدان میں یہ وہ اسالیب اور طریقے ہیں جنہیں اختیار کرکے انسانی زندگی کو نظم وترتیب کے حُسن سے مزین کیا جاسکتا ہے۔

2. عبادات کے ذریعے نظم وضبط

عبادات میں اسلام ہمیں ایک مخصوص طریقہ کار کا پابند بناتا ہے۔ اس بات کی اجازت نہیں دی جاتی کہ ہم اپنی مرضی سے عبادت کا طریقہ، وقت، تعداد اور مقدار بدل سکیں، حج کے ضمن میں مناسک حضورؐ نے ہمیں سکھائے، اس طرح زکوٰۃ کے ضمن میں نصاب اور اس کے مصارف کی وضاحت کردی گئی ہے۔ روزہ کے اوقات اور شرائط بیان کردی گئی ہیں۔ نماز کی مثال بڑی واضح ہے، یہ دن میں پانچ مرتبہ فرض ہے، اس کی خارجی اور داخلی شرائط طے شدہ ہیں۔ یہ مختلف اعمال وحرکات کا مجموعہ ہے جن کی ترتیب، تعداد اور مقدار طے شدہ ہے۔ ان میں تبدیلی واضافہ کا اختیار کسی کو حاصل نہیں۔ یوں نماز ساری انسانی زندگی کو نظم وترتیب کے ساتھ گزارنے کی مشق ہے۔ اگر ہم نماز باجماعت پر غور کریں تو اس کے اصول وقوانین بھی نظم وضبط کے داعی دکھائی دیتے ہیں۔ امام لوگوں کے آگے کھڑا ہوتا ہے، مقتدی امام کے پیچھے مکمل ترتیب کے ساتھ صف آراء ہوتے ہیں۔ امام کہتا ہے: اللہ اکبر، مقتدی کہتے ہیں: اللہ اکبر، امام کہتا ہے: آمین، تو لوگ کہتے ہیں: آمین، امام رکوع وسجود کرتا ہے تو مقتدی بھی ایسا ہی کرتے

ہیں۔ کھڑا ہونا، بیٹھنا اور جھکنا، سب کچھ امام کی اتباع میں کیا جاتا ہے۔ ساری نماز نظم کی پابندی کا درس ہے، اس درس کے اثرات انسانی زندگی پر یقیناً پڑتے ہیں۔ نظم وضبط کی پابندی کا اصول نماز تک محدود نہیں، یہ سارے انسانی افعال تک وسیع ہے۔ یہی نظم وضبط ہے اور اس کی تعلیم وتربیت کا باسلیقہ اہتمام ہے۔ فرضیت نماز کی شرائط، نماز کے فرائض، سنتیں اور مکروہات کا بیان ایک ایسی تربیت ہے جس کا اہتمام مسلسل کیا جاتا ہے۔ سجدہ سہو، نماز باجماعت کے آداب، امامت کے احکامات، اذان واقامت کی تعلیمات، نمازوں کی قصر اور جمع، نمازِ خوف، بیمار کی نماز، نمازِ جمعہ، نماز عیدین، نماز وتر، سنت مؤکدہ، سنت غیر مؤکدہ، نوافل، صلوٰۃ تسبیح، نماز کسوف (سورج گرہن کے وقت پڑھی جانے والی نماز)، نماز خسوف (چاند گرہن کے وقت پڑھی جانے والی نماز)، نمازِ استسقاء اور نماز جنازہ کے بارے میں آداب وتعلیمات کا بیان بنیادی طور پر ایک ایسا تربیتی منصوبہ ہے جس کا ہدف انسانوں کو ایک نظم کا پابند بنانا اور عادی کرنا ہے۔[۳۰] عبادات میں وقت کے تعین کو بڑا دخل حاصل ہے، محض نماز پڑھنے کا حکم نہیں بلکہ مخصوص وقت پر نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ كَانَتۡ عَلَى ٱلۡمُؤۡمِنِينَ كِتَٰبٗا مَّوۡقُوتٗا [۳۱]

''یقیناً نماز مومنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے۔''

روزہ میں بھی وقت اور اس کی تخصیص اہم ہے، یہ عبادت رمضان کے مخصوص مہینے اور مخصوص اوقات میں فرض ہے۔ اس کے ایام میں تبدیلی نہیں کی جاسکتی، عید الفطر کا انعقاد بہر صورت اختتام رمضان المبارک پر ہوتا ہے نیز سحر وافطار کے احکامات میں بھی وقت کی اہمیت ہے۔ زکوٰۃ میں وقت کی اہمیت اس اعتبار سے ہے کہ اس میں ایک سال کی قید ہے، یہ اس وقت دی جائے گی جب سال پورا ہوگا، یہ سال میں ایک سے زیادہ مرتبہ نہیں دی جاسکتی۔ سونا، چاندی، مال مویشی اور دیگر اشیاء، ہر شے کا نصاب الگ ہے اور مقرر ومتعین ہے، زکوٰۃ کے حصول اور مصرف میں انسان ایک نظم اور ضابطے کا پابند ہے۔ یہی معاملہ صدقۃ الفطر کا ہے، اس کی ادائیگی کا وقت متعین ہے، یہ کن اشیاء پر مشتمل ہوگا اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔[۳۲] قربانی میں بھی وقت کا لحاظ رکھا جاتا ہے، اس کا وقت بھی متعین ہے، یہ عمل نمازِ فجر سے قبل نہیں کیا جاسکتا۔ اگر حج کی بات کریں تو اس میں بھی وقت کی پابندی ہے، وقت کے ضابطوں کو ملحوظِ خاطر نہ رکھا جائے تو حج کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔[۳۳] الغرض عبادات میں وقت، دن، تعداد،

مقداراور دیگر عوامل کی پابندیاں دراصل انسانوں کو نظم وضبط کا درس دیتی ہیں۔ اسلام عبادات کے ذریعے ہمارے افعال واقوال میں راستی اور نظم وضبط پیدا کرنا چاہتا ہے۔

عبادات کی ادائیگی میں عمومی طور پر طہارت کسی نہ کسی درجے میں ایک لازمی شرط کے طور پر موجود ہوتی ہے۔ طہارت کے ضمن میں وضو ایک اہم عمل ہے۔ نماز کی ایک اہم شرط کے طور پر وضو اور اس کے آداب کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔ وضو میں اعضائے جسمانی کو دھونے کی ترتیب ایک واضح اشارہ ہے کہ زندگی کے ہر معاملہ میں ترتیب اور نظم بڑی اہمیت کے حامل ہوا کرتے ہیں۔ اسی طرح غسل کے احکامات میں ایک خاص ترتیب ہے۔ غسل کے فرائض، سنتیں اور مکروہات کا بیان ایک جامع و مرتب نظام تربیت کا حصہ ہے۔ اس ضمن میں تیمم کے احکامات اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اسلامی نظم وضبط میں لچک کی سہولت کے عناصر بھی موجود ہیں۔ موزوں اور پٹیوں پر مسح کی رعایات بھی گنجائش، رعایت اور انسانی معاملات کی تفہیم کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ حیض و نفاس میں ایک عورت جن مراحل سے گزرتی ہے اس ضمن میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے دیئے گئے اسلامی احکامات اس امر کی دلیل ہیں کہ اسلام انسانی زندگی کو سہولیات عطا کرنے کے ساتھ ساتھ نظم و ترتیب کا لحاظ رکھنے میں گہری دلچسپی رکھتا ہے۔ (۳۴) عبادات کا پورا فلسفہ اور اس کی تنفیذ و ترویج کی ساری حکمتِ عملی اس اصول کے گرد گردش کرتی ہے کہ افرادِ معاشرہ کو منظم، مربوط، معتدل اور متوازن اندازِ فکر و عمل میں زندگی گزارنی چاہئے۔ اس پس منظر میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور دیگر تمام عبادات دراصل اسلامی ریاست کے عوام کو نظم وضبط کا پابند بنانے کے مختلف طریقے ہیں۔

3. معاملات کے ذریعے نظم وضبط

سیاست، معیشت، معاشرت اور تجارت الغرض ہر شعبہ حیات میں اسلام نے نظم وضبط کی تعلیم دی ہے۔ اگر سیاست کے اسلامی نظام کا مطالعہ کیا جائے تو حاکمیت الٰہیہ کا قیام، شورائیت، جمہوریت، مساوات، عدل، فلاح عامہ کا لحاظ اور بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ (۳۵) یہ تمام امور و عوامل نہ صرف یہ کہ سیاسی نظام کو کسی نظم اور ضابطہ کا پابند بناتے ہیں بلکہ انسانوں کی سیاسی تربیت میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ نظم وضبط، اخلاق و کردار اور فکر و ذہن کی تربیت کا نام ہے۔ یہ اتباع واطاعت اور رویوں میں ایک خاص ترتیب کا تقاضا کرتا ہے۔ زندگی کے اجتماعی اور انفرادی دائروں میں نظم وضبط کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ ہمارا گھر، ہمارا مدرسہ، کھیل کا میدان، ہسپتال الغرض ہر شعبہ زندگی

اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اسے نظم وضبط کے ساتھ چلایا جائے۔ نظم وضبط کی عدم موجودگی بد نظمی اور بے ترتیبی کو ہی جنم نہیں دیتی بلکہ فکر وخیال اور اس کے اثرات وثمرات کو بھی ضائع کر دیتی ہے۔ ہماری انفرادی سرگرمیوں کو قابو میں رکھنے کے لئے کچھ قاعدے اور ضابطے ضرور ہونے چاہئیں۔ اگر ہم ان قاعدوں اور ضابطوں کا لحاظ نہیں رکھیں گے تو ہماری زندگی ایسی کشتی کی مانند ہوگی جس کا کوئی ملّاح نہ ہو۔ اگر ہم گھروں میں والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کو نظر انداز کر دیں، تعلیمی اداروں میں استاد کا کہانہ مانیں اور کھیل کے میدان میں ثالث یعنی ایمپائر اور ریفری کے احکامات کو قبولیت نہ بخشیں تو اس کے خطرناک نتائج بھگتنا ضروری ہو جاتے ہیں۔ نظم وضبط کو نظر انداز کرنے والا فوجی کبھی قومی خدمت انجام نہیں دے سکتا۔ کوئی کارخانہ، سکول، کالج اور میدان جنگ ایسا نہیں جہاں نظم وترتیب کو دخل حاصل نہ ہو۔ نظم پر مشتمل مختلف سرگرمیوں نے قوموں کی تشکیل اور ان کے استحکام میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ کھیل کے میدان میں اپنے جوہر دکھانے والی کوئی بھی ٹیم نظم وضبط کے بہترین مظاہرے کے بغیر کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتی۔ تعلیمی دنیا میں نظم اور ضابطہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ استاد کی اطاعت اور اصول وضوابط کا لحاظ ہی تعلیمی منزل کے حصول کی ضمانت ہے۔ نظم وضبط کے بغیر ایک استاد مثالی اور نتیجہ خیز کردار ادا کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ خود کو نظم وضبط میں رکھنا افراد اور اقوام کی داخلی وخارجی ضرورت ہے۔

اسلام کا نظمِ اجتماعی اصول، ربط، ضبط اور ترتیب کا شاہکار ہے۔ اس کی خوبصورت مثال اسلام میں امیر کی اطاعت سے دی جا سکتی ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی حکم عدولی کی۔ اس نے میری حکم عدولی کی۔ ''(۳۶) اطاعت نظم وضبط کا درس دیتی ہے۔ رسول اللہؐ نے اطاعت امیر پر اس حد تک زور دیا کہ فرمایا: ''امیر کی اطاعت کرو چاہے وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ ''(۳۷) اطاعت امیر کا تصور حسن ترتیب سے بھی مزین ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا (۳۸)

''اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول اللہ علیہ وسلم کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز پر اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ، اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔''

اس حکم کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہؐ کی اطاعت کے بعد اولی الامر کی اطاعت ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ اولی الامر کی اطاعت ہو رہی ہو اور اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہو رہی ہو۔ ارشاد نبویؐ ہے: ''مخلوق کی اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں ہے۔''[۳۹] مزید فرمایا: 'اللہ کی نافرمانی میں کسی اور کی فرماں برداری نہیں ہے۔ ''[۴۰] بلاوجہ اور معمولی بات پر حکام وقت کے خلاف بغاوت اور ان کے مقابلے میں نافرمانی کے اعلان کو غلط قرار دیتے ہوئے فرمایا: جو اپنے امیر میں کوئی ناپسندیدہ بات دیکھے تو اس پر صبر کرے کیونکہ جو شخص سلطان اور خلیفہ کی اطاعت سے ایک بالشت دور نکل جائے، وہ جاہلیت کی موت مرا۔[۴۱] ایک اور مقام پر فرمایا: ''جو زمین میں اللہ تعالیٰ کے سلطانِ وقت کی اہانت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی اہانت کرے گا۔''[۴۲]

نیکی کے حکم اور برائی سے روکنے کے عمل میں کمال درجے کا نظم وضبط پایا جاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفۡعَلُونَ -كَبُرَ مَقۡتًا عِندَ ٱللَّهِ أَن تَقُولُواْ مَا لَا تَفۡعَلُونَ[۴۳]

''اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ۔ تم جو کرتے نہیں اس کا کہنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

أَتَأۡمُرُونَ ٱلنَّاسَ بِٱلۡبِرِّ وَتَنسَوۡنَ أَنفُسَكُمۡ وَأَنتُمۡ تَتۡلُونَ ٱلۡكِتَٰبَۚ[۴۴]

''کیا لوگوں کو بھلائیوں کا حکم کرتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو باوجودیکہ تم کتاب پڑھتے ہو''

برائی سے روکنے کے طریقہ کار کو انسانی نفسیات اور فطری طاقت وصلاحیت کے پس منظر میں ایک خاص ترتیب کے ساتھ مشروط کیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''تم میں سے جو بُرا کام دیکھے، اسے اپنے ہاتھ سے

روکے، اگر اس کی طاقت نہیں تو زبان سے روکے، ورنہ دل سے ضرور بُرا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔''(۴۵)

آداب اور حقوق کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے، اسلام نے دنیا اور آخرت کی سعادتوں کو خود احتسابی، نفس کی تادیب، اصلاح، تزکیہ اور تطہیر سے وابستہ کیا ہے، نفس میں خرابی اور خباثت و نجاست کو بدبختی اور شقاوت کے زُمرے میں شمار کیا ہے۔ خود احتسابی کے ضمن میں نظم وضبط کو بڑی اہمیت حاصل ہے، سورہ عصر میں انسانی زندگی کے ضابطے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ زمانے کی قسم! بے شک انسان خسارے میں ہے مگر وہ لوگ خسارے میں نہیں ہیں جو ایمان لائے، اچھے اعمال کرتے رہے، آپس میں حق بات کی تلقین کرتے رہے، اور اس ضمن میں پیش آنے والی مصیبتوں پر صبر کی تاکید کرتے رہے۔(۴۶)

انسانی زندگی طبعی و قدرتی طور پر ایک نظم اور ترتیب کی عادی اور پابند ہے۔ ایمان، عملِ صالح، تلقینِ حق اور تاکیدِ صبر ایسے اقدامات ہیں جن کی تسلسل کے ساتھ انجام دہی کامیابی کی ضمانت ہے۔ ایمانی کیفیت کی روانی اور تواتر اگر بڑا مفید عمل ہے تو دوسری جانب گناہ اور برائی کا تسلسل بھی خطرناک قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''بے شک مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ بن جاتا ہے، اگر وہ توبہ کر لے اور اس گناہ سے باز آجائے، معافی مانگ لے تو اس کا دل شفاف ہو جاتا ہے، اگر وہ گناہ میں بڑھتا رہے تو سیاہ دھبہ اس کے دل پر حاوی ہو جاتا ہے۔'' (۴۷) یعنی سارا دل سیاہ اور زنگ آلود ہو جاتا ہے، یہ وہی زنگ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃالمطففین میں فرمایا:

كَلَّا ۖ بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ (۴۸)

''یوں نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ چڑھ گیا ہے۔''

انہی تعلیمات کا اثر ہے کہ بندہ مومن ہر وقت اپنے آپ کو احتسابِ نفس، تطہیر نفس اور غیر ضروری اقوال وافعال سے بچا کر رکھنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اور یہ عمل مسلسل اور لگاتار ہوتا ہے۔ اس کا دن رات اسی مجاہدۂ نفس میں گزرتا ہے۔ وہ ہر وقت اپنا محاسبہ کرتا رہتا ہے۔ نیک کاموں پر ہمیشگی کرنا اور برے کاموں سے خود کو روکنا اور دور رکھنا اس کی عادت بن جاتی ہے۔ وہ اصلاحِ ذات و تادیبِ نفس کے لئے توبہ و استغفار، مراقبہ و عبادت اور محاسبہ و مجاہدہ میں لگا رہتا ہے۔ دراصل مسلمان ایک نظم وضبط پر مشتمل زندگی گزار رہا ہوتا ہے۔ وہ یقین رکھتا ہے کہ اس کا ہر لمحہ خالق کائنات کے

سامنے ہے۔ وہ خالق اس کے ہر عمل سے آگاہ ہے۔ انسان کی خفیہ سرگرمیوں پر بھی اس کی نظر ہے۔ اس کی ہر حرکت کا مشاہدہ و مطالعہ تمام تر قوت کے ساتھ کیا جارہا ہے۔ یہ نظم و قاعدہ بندہ مومن کو اس کے مذہب نے دیا ہے کہ اگر گناہ سرزد ہو جائے تو استغفار، ندامت، انابت اور عمل خیر کے ذریعے خرابی کی اصلاح کرے۔ محاسبۂ نفس کا یہی مطلب ہے اور نفس کی اصلاح، تزکیہ اور تطہیر کا یہی ایک راستہ ہے۔ [۴۹] یہ سارے فیوض وبرکات ایک منضبط طرزِ حیات کا تقاضا کرتے ہیں کیونکہ ضابطہ اور اصول اگر شاملِ حال نہ ہو تو نیکی پر مسلسل قائم رہنا اور بدی کے آگے بند باندھے رکھنا انتہائی مشکل امر ہو گا۔

حقوق العباد کی حیثیت اسلامی نظامِ حیات میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اسلامی ریاست میں عوام کی زندگی ہر اعتبار سے منظم و مربوط ہوتی ہے۔ جہاں حقوق اللہ لوگوں کو ایک خاص طرزِ حیات کا پابند بناتے ہیں وہاں حقوق العباد بھی انسانی زندگی کو نظم و ترتیب عطا کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ مثلاً والدین کے حقوق کے ضمن میں اولاد کو جن قواعد کی پابندی کرنا ہوتی ہے ان کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے بار بار کیا ہے۔ ایک طرف شریعت اسلامیہ نے اولاد کو آدابِ والدین کا پابند کیا ہے تو دوسری جانب والدین کو بھی آگاہ و پابند کیا ہے کہ اولاد کے حقوق کی ادائیگی میں کسی قسم کی کمزوری کا مظاہرہ نہ کریں۔ مثلاً بچے کا نام رکھنا، ساتویں دن عقیقہ وختنہ کرنا، محبت و شفقت کرنا، اچھی تعلیم و تربیت کرنا، انہیں اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانا اور بالغ ہو جائیں تو نکاح کرنا۔ [۵۰] قرآن و حدیث میں اولاد کے حقوق کے ضمن میں بڑی تاکید آئی ہے۔ والدین اور اولاد کے حقوق کے علاوہ ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ بھائیوں کے حقوق بھی ادا کرے۔ چھوٹے بھائی بڑے بھائی کا احترام کریں۔ حضورؐ نے فرمایا: بڑے بھائیوں کا حق چھوٹے بھائیوں پر اسی طرح ہے جس طرح کہ والد کا حق اولاد پر ہے۔ [۵۱] اسی طرح زوجین کے باہمی حقوق بھی مسلمانوں کی ازدواجی زندگیوں میں نظم وضبط کو قائم رکھتے ہیں۔ اہل خانہ کے علاوہ قرابت داروں کے حقوق کو بھی بیان کر کے خاندانی نظم کو مضبوط کیا گیا۔ ہمسایوں کے حقوق کے بارے میں بڑی تاکید آئی ہے۔ حیاتِ انسانی کو نظم وضبط کے اعلیٰ اوصاف سے ہمکنار کرنے کے لئے ہر مسلمان کو پابند کیا گیا کہ وہ دوسرے مسلمان بھائی کے حقوق ادا کرکے اور آدابِ معاشرت کی بہترین بجا آوری کرکے رضاالٰہی کو حاصل کرے۔ ان آداب میں بہت سے امور شامل ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق بھی محفوظ ہیں۔ اسلامی ریاست ایک ایسا نظم اجتماعی ہے

جس میں تعصب و تنگ نظری کی کوئی گنجائش نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا: ''جو شخص کسی ذمی کو ایذا دیتا ہے، میں قیامت کے دن اس کا دشمن ہوں گا۔''(۵۲)

حقوق العباد سے متعلق ان تعلیمات کا حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں کا معاشرہ مکمل طور پر ایک نظم کا پابند ہے۔ اس نظم سے فرار گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی باز پُرس ہو گی۔ جس ریاست میں والدین کی خدمت کے بڑے حساس احکامات ہوں، بھائیوں کی عزت اور حقوق محفوظ ہوں، قرابت داروں سے حسن سلوک کا وسیع اہتمام پایا جائے، میاں بیوی کے حقوق کی ادائیگی اور اس ضمن میں تفصیلی احکامات کا تذکرہ بار بار ہو، ہمسایوں کے حقوق کا اتنا فکر ہو خصوصاً دیگر مذاہب کے حاملین کے حقوق کی ادائیگی کے لئے اتنی تاکید کی گئی ہو، وہاں بد امنی، بد نظمی، غیر شائستگی اور نامعقولیت جگہ نہیں پا سکتی۔ ایسی ریاست کے لوگ مہذب و منظم، شفیق و مہربان اور اصول وضابطہ کے پابند ہی ہوں گے۔

معاملاتِ دین میں آدابِ مجلس بھی شامل ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں نظم وضبط کا پہلو ہر سرگرمی میں واضح طور پر نظر آتا ہے۔ اٹھنے بیٹھنے اور مجالس کے اہتمام میں بھی ایک خاص ترتیب اور ضابطہ متعارف کرایا گیا ہے۔ خورد ونوش کے آداب کو اسلامی نظام حیات میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ایسے مواقع پر غیر ضروری جلدی اور بد نظمی مسلمانوں کا مزاج نہیں ہے۔ کھانے پینے کے آداب بھی نظم و ترتیب کو قائم رکھنے کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ معاملاتِ دین میں مہمان نوازی بھی ایک اہم معاملہ ہے، مہمان کی عزت کرنا ایک اہم معاشرتی قدر ہے۔ اسلام نے معاشرتی استحکام اور نظم اجتماعی کے ماحول کو خوش گوار رکھنے کے لئے مہمان نوازی کے آداب بیان کئے ہیں۔ سفر کو وسیلۂ ظفر سمجھا جاتا ہے۔ احکام سفر سے آگاہی مسلمان کو نظم وضبط کی اہمیت سے آگاہ کرتی ہے۔ سفر میں آداب کا خیال کیا جاتا ہے۔ لباس انسانی ضرورت بھی ہے اور شخصیت کی دلکشی بھی۔ شریعت اسلامیہ نے انسانوں کو اس ضمن میں نظم وضبط کا پابند رکھنے کے لئے بہت سے آداب وضع کئے ہیں۔ نیند انسان کی طبعی، جذباتی اور نفسیاتی ضرورت ہے۔ یہ جسم کو تازگی اور صحت عطا کرتی ہے۔ نیند کے لئے بھی اسلام نے آداب کو واضح کیا ہے کہ زندگی میں نظم وروانی قائم رہے۔(۵۳)

اسلام میں دین اور دنیا دونوں یکجا اور ہم آہنگ ہیں لہٰذا جب معاملات کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد انسانوں کے باہمی تعلقات ہوتے ہیں یہ تعلقات مختلف موضوعات کے اعتبار سے زیرِ بحث آتے ہیں۔ اس پس منظر میں سیاست، معیشت، معاشرت، تجارت، حاکمیت الٰہیہ کا قیام، شورائیت،

جمہوریت، مساوات، عدل، فلاح عامہ کا لحاظ اور بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ، امیر کی اطاعت، حقوق العباد، زوجین کے باہمی حقوق، غیر مسلموں کے حقوق، مہمان نوازی، آدابِ سفر، لباس، آدابِ نیند، جہاد، جنگی قیدی الغرض انسانی زندگی کا ہر مسئلہ معاملات میں شمار ہوتا ہے۔ اسلام نے معاملات کے تمام پہلوؤں میں نظم وضبط کی بھرپور تربیت کا اہتمام کیا ہے۔ بالفاظِ دیگر سطورِ بالا میں بیان کردہ تمام امور وعناصر بنیادی طور پر اسلامی ریاست کے شہریوں کو نظم وضبط کا پابند بنانے کی حکمتِ عملیاں ہیں۔ یہ وہ طریقے ہیں جن پر عمل کر کے کوئی شخص اسلامی ریاست کا مفید و کارآمد شہری بن سکتا ہے۔

4. کھیلوں اور جسمانی ورزشوں کے ذریعے نظم وضبط

اسلام نے جہاں عقائد واحکام اور عبادات و معاملات میں نظم وترتیب کا لحاظ رکھا ہے وہاں انسانی جسم وجاں کی حفاظت اور اس کے ارتقاء واستحکام کے لئے اختیار کی گئی کھیلوں اور ورزشوں میں بھی اصول اور ضابطہ کو نظر انداز نہیں کیا۔ کھیلیں اور ورزشیں انسانوں کو چاک وچوبند رکھنے کے ساتھ ساتھ نظم وضبط کی تعلیم بھی دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہؐ نے نہ صرف یہ کہ خود کھیلیں کھیلیں اور ورزشیں کیں بلکہ اپنے اصحاب کو اس ضمن میں تلقین ونصیحت سے بھی نوازا۔ کھیلوں کی بدولت فرد کی ہمہ پہلو نشوونما ہوتی ہے، معاشرتی جرائم خصوصاً منشیات اور بے راہ روی کا سدِّباب ہوتا ہے، صحت مند مقابلے کی فضا پروان چڑھتی ہے۔ ریاست میں عوام الناس کو نظم وضبط کا پابند بنانے کے لئے اسلام نے ان سرگرمیوں کی نہ صرف یہ کہ اجازت دی ہے بلکہ ان کو فروغ دینے کے لئے رسول اللہؐ کا قابل اتباع 'اُسوہ' بھی پیش کیا ہے۔ دوڑ لگانا، گھڑ دوڑ، اونٹ دوڑ، تیر اندازی، کُشتی، شکار اور تیراکی ایسے عملی فنون سے حضورؐ کی دلچسپی کو ذیل کی سطور میں زیرِ بحث لایا جاتا ہے۔

ا. دوڑ لگانا: انسانی جسم کو نظم وضبط کا عادی کرنے کے لئے جو ورزشیں مفید ہیں اُن میں پیدل دوڑنا نہایت مفید سرگرمی ہے۔ اس مشق کے مثبت اثرات سارے جسم پر یکساں طور محسوس ہوتے ہیں۔ زمانہ قدیم سے ہی انسانوں کو دوڑ سے دلچسپی رہی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

قَالُوا۟ يَٰٓأَبَانَآ إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِندَ مَتَٰعِنَا (۵۴)

''حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنے والد سے کہا کہ ہم دوڑ لگانے چلے گئے اور یوسفؑ کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے۔''

رسول اللہؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے تعلق نہ رکھنے والی ہر چیز لہو ولعب ہے، سوائے چار چیزوں کے، یعنی آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا، اپنے گھوڑے سُدھانا، دونشانوں کے درمیان پیدل دوڑنا اور تیر اکی سیکھنا سکھانا۔ [۵۵] یہی وجہ ہے کہ حضورؐ نے بھی اس معروف جسمانی ورزش یعنی پیدل دوڑ کو پسند فرمایا۔

۲. گھڑ دوڑ: گھوڑے پالنا اور ان کو دوڑ لگوانے کے لئے تیار کرنا عربوں کی قدیم روایت تھی، حضورؐ کے مدنی عہد نبوت میں گھڑ دوڑ کے مقابلوں کے واقعات کو محدثین اور سیرت نگاروں نے کثرت سے بیان کیا ہے، محدثین نے تو اس موضوع پر الگ سے ابواب رقم کئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کی ایک روایت کے مطابق گھوڑے دو قسم کے ہوتے تھے، یعنی تربیت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ۔ رسول اللہؐ دونوں قسم کے گھوڑوں کی دوڑ لگوایا کرتے تھے۔ تربیت یافتہ گھوڑے چھ سات میل جب کہ غیر تربیت یافتہ گھوڑے ایک میل دوڑ لگایا کرتے تھے۔ [۵۶] ابن سعدؒ نے ایک ایسی گھڑ دوڑ کا ذکر کیا ہے جس میں حضورؐ کا گھوڑا ''سبحہ'' اول آیا اور اس پر آپؐ بڑے خوش دکھائی دیئے۔ [۵۷] ڈاکٹر حمید اللہؒ نے لکھا ہے کہ حضورؐ پانچ اول آنے والے گھوڑوں کے مالکان کو انعام دیا کرتے تھے۔ کبھی انعام میں کھجوریں ملتیں اور کبھی کسی اور چیز کا انتخاب کیا جاتا۔ [۵۸]

۳. اونٹ دوڑ: عرب معاشرت میں اونٹ کا استعمال عام تھا۔ لوگ اونٹ پر سفر کیا کرتے، مال برداری کے لئے اسے استعمال کیا کرتے، اس کا دودھ پیتے، گوشت کھاتے اور اس کی قربانیاں دیا کرتے۔

حضورؐ کو بھی اونٹ اور اونٹنیاں پالنے کا گہرا شغف تھا، آپؐ اونٹ دوڑ کو پسند فرمایا کرتے تھے۔ آپؐ نے ایک اونٹنی پال رکھی تھی جس کا نام ''عضباء'' تھا۔ وہ اونٹ دوڑ کے مقابلوں میں اکثر اول آیا کرتی تھی۔ ایک دفعہ ایک اعرابی اپنے اونٹ پر آیا اور اس نے ''عضباء'' سے دوڑ لگائی۔ اعرابی مقابلہ جیت گیا۔ ''عضباء'' کی شکست صحابہؓ پر گراں گزری اور وہ بڑے پژمردہ ہوئے۔ آپؐ نے صحابہؓ میں سپورٹس مین اسپرٹ پیدا کرنے کے لئے فرمایا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشاء سے ہوا ہے، جو چیز بلند ہوتی ہے اسے سرنگوں بھی ہونا پڑتا ہے۔ [۵۹] دراصل حضورؐ کے ہاں کھیل ایک اہم ذریعہ تھا تعلیم وتربیت کا۔ کھیل میں فتح اور شکست، دونوں ہی سبق آموز ہوتے ہیں۔ حضورؐ کی سیرت سے ہمیں یہی پیغام ملتا ہے کہ فرد کو بہر صورت صبر، شکر، احسان، برداشت، تحمل، توکل اور نظم وضبط کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔

۴. تیر اندازی: تیر اندازی عربوں کا محبوب مشغلہ تھا، ایام جنگ میں اس فن کی اہمیت بہت بڑھ جاتی تھی۔ حضورؐ نے اسے بہترین کھیل قرار دیا۔ (۶۰) اور اپنے اصحابؓ کو تاکید کی کہ اپنی اولاد کو تیراکی، تیر اندازی اور گھڑ سواری سکھاؤ۔ (۶۱)

۵. کُشتی: کُشتی زمانہ قدیم سے ہی ایک معروف کھیل ہے، عربوں نے اس ضمن میں بڑی شہرت پائی ہے۔ انسانی صحت کی حفاظت اور جسم کی نشوونما میں اس فن کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ حضورؐ نے کُشتی میں مہارت کا کئی بار مظاہرہ فرمایا۔ رکانہ اور کلد آپؐ کے دور کے معروف پہلوان تھے۔ انہوں نے آپؐ سے کُشتی کی تو آپؐ نے انہیں پچھاڑ دیا۔ (۶۲) اس روایت سے استنباط کیا جاسکتا ہے کہ کافر اور مسلم کے درمیان کُشتی جائز ہے مزید یہ کہ کسی بھی علم یا فن کے ارتقاء کی مشق کے لئے مسلمان اور کافر آپس میں مقابلہ بازی کرسکتے ہیں۔

۶. تیراکی: اس سرگرمی کے کثیر الجہات فوائد ہیں، یہی وجہ ہے کہ مکہ ومدینہ اور اس کے مضافات میں سمندر، دریا اور نہر نہ ہونے کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو اس فن کو سیکھنے کی ترغیب دی۔ رسول اللہ ﷺ نے جن چار کھیلوں کو نسبتاً زیادہ پسند فرمایا ان میں تیراکی سیکھنا بھی شامل ہے۔ (۶۳)

۷. برچھی چلانا: عربوں کی جرأت ودلیری کا اظہار اس امر سے بھی ہوتا ہے کہ ان کے ہاں برچھیوں کے ساتھ کھیلنا عام تھا۔ حضورؐ نے بھی اس فن کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ ایک روایت میں ہے کہ عید کے دن مسجد نبوی میں حبشیوں نے برچھیوں کے ساتھ اپنے کھیل کا مظاہرہ کیا، دلچسپ امر یہ ہے کہ حضورؐ اور حضرت عائشہؓ دونوں اس مظاہرہ سے لطف اندوز ہوئے۔ (۶۴) ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضورؐ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو آپؐ کی آمد کی خوشی میں بھی برچھیوں کے ساتھ کھیل کا مظاہرہ کیا گیا۔ (۶۵)

مذکورہ بالا تمام جسمانی ورزشیں اور کھیلیں بہت سے مقاصد کے حصول کا باعث ہوئیں تاہم ہر کھیل کا ایک مشترک نکتہ افرادِ معاشرہ کو منظم ومرتب اور فعال ومتحرک زندگی کی تربیت فراہم کرنا تھا۔ ان سرگرمیوں کے ذریعے رسول اللہ ﷺ نے معاشرے میں جذباتی ونفسیاتی توازن برقرار رکھنے، انسانی صحت کو مستحکم کرنے اور قاعدہ واصول کی اتباع کی تربیت کا اہتمام کیا۔ یوں جہاں رسول اللہ ﷺ نے عقائد، عبادات اور معاملات میں نظم وضبط کی تربیت کا نظریاتی اہتمام کیا وہاں کھیلوں اور جسمانی ورزشوں کے

ذریعے عملی میدان میں بھی ایسے گرانقدر اقدامات کئے جن کے نتیجے میں تاریخ انسانی کے مختلف ادوار میں اسلامی ریاست کے شہری نظم وضبط کی پاسداری میں متحرک وفعال کردار ادا کرتے نظر آئے۔

خاتمہ ونتائج

تمام گزارشات کا ثمر یہ ہے کہ اسلام سراپا نظم وضبط ہے، اسلامی ریاست کے شہریوں کو منظم ومرتب اور بامقصد زندگی گزارنے کے لئے اسلام نے ایک جامع حکمتِ عملی اپنائی ہے جس کے تحت اسلامی تعلیمات کا ہر پہلو خواہ وہ عقائد سے متعلق ہو، عبادات سے متعلق ہو، معاملات سے بحث کرتا ہو یا جسمانی ورزشوں پر ہی مشتمل کیوں نہ ہو، فہم وفراست، حکمت وبصیرت اور نظم وضبط کے سنہری اصولوں کا حامل ہوتا ہے۔ اس پس منظر میں عقائد، عبادات، معاملات اور جسمانی ورزشوں پر مشتمل تمام افکار واعمال اپنی دیگر نوعیتوں اور پہلوؤں کی افادیت کے ساتھ ساتھ نظم وضبط کے اعلیٰ اصولوں کے حامل ہیں۔ یہ سب کچھ وہ طریقے ہیں جنہیں اسلامی ریاست نے اپنے شہریوں کو نظم وضبط کا پابند بنانے کے لئے اختیار کیا ہے۔ اسلامی ریاستمیں چونکہ شریعت کی بالادستی، مساوات، آزادیٔ اظہار، عدل، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، مصالحِ شریعہ کا لحاظ اور بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ کیا جاتا ہے اس لئے ریاست کے لئے ایسے اقدامات کرنا نہایت ضروری ہے جن کے ذریعے ترتیب، تہذیب اور نظم وضبط پر مبنی معاشرہ قائم ہو۔ منظم معاشرے کا قیام ہی اسلامی ریاست کا بنیادی فریضہ ہے۔ حیاتِ انسانی کے مختلف گوشوں میں نظم وضبط کی اسی اہمیت وافادیت کے پیشِ نظر مسلمانوں نے ایسا نظام متعارف کرایا جو ہر اعتبار سے متوازن ومنظم ہے۔ سطورِ بالا میں اسی نظم اور ضابطہ کو تلاش کیا گیا ہے۔ یہ وہ موضوع ہے جس کا تذکرہ علوم اسلامیہ کے مختلف پہلوؤں پر لکھی جانے والی کتب میں جابجا ملتا ہے۔ اس موضوع کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ابویعلیٰ، الماوردی، ابن تیمیہ، الخزاعی، الکتانی، سید ابوالاعلیٰ مودودی اور ڈاکٹر حمید اللہ، مولانا حامد انصاری اور مولانا گوہر الرحمٰن ایسے مفکرین اسلام نے اپنی نگارشات میں اسلام کے اصول نظم کی مختلف جہات کو واضح کیا ہے۔ حاصل بحث یہ ہے کہ اسلامی ریاست اپنے داخلی وخارجی امور میں مکمل طور پر منظم ومنضبط ہوتی ہے، اس ضمن میں وہ اپنے شہریوں کو مختلف الجہات تربیتی مراحل سے گزارتی ہے۔ اسلامی ریاست کی پائیداری اور استحکام کو اسی نظم وضبط کے پس منظر میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ ملاحظہ ہوں: ابویعلیٰ، قاضی، محمد بن الحسین الفرّاء الحنبلی (م ۴۵۸ھ)، الأحکام السلطانیة، دارالوطن، ریاض، سن ندارد، ص: ۵۰-۱؛ امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردي (م ۴۶۳ھ)، الأحکام السلطانیة، داراحیاء التراث العربی، بیروت، سن ندارد، ص: ۶۵-۱؛ محمد بن علی القلعی الشافعی (م ۶۳۰ھ)، تھذیب الریاسة وترتیب السیاسة، مکتبہ المنار، اردن، سن ندارد، ص: ۱۰۰-۱

۲۔ ملاحظہ ہوں: محمد بن علی القلعی الشافعی، تھذیب الریاسة وترتیب السیاسة، ص: ۴۰-۱؛ ابن تیمیہ، امام، تقی الدین، السیاسة الشریعہ فی اصلاح الراعی والرعیہ، دارُ عالم الفوائد للنشر والتوضیع، جدہ، ص: ۷۰-۱۰؛ بدرالدین، ابن جماعة، محمد بن ابراہیم الکنانی الحموی الشافعی (م ۷۳۳ھ)، رئاسة المحاکم الشرعیة والشؤون الدینیہ، قطر، ۱۹۸۵ء، ص: ۶۵-۲۵

۳۔ ابویعلیٰ، الأحکام السلطانیة، ص: ۳۳۳-۱

۴۔ الماوردي، الأحکام السلطانیة، ص: ۴۰۰-۱

۵۔ محمد بن علی القلعی الشافعی، تھذیب الریاسة وترتیب السیاسة، ص: ۴۴۰-۱

۶۔ ابن تیمیہ، السیاسة الشریعہ فی اصلاح الراعی والرعیہ، ص: ۳۴۸-۱

۷۔ ابن جماعة، رئاسة المحاکم الشرعیة والشؤون الدینیہ، ص: ۳۴۴-۱

۸۔ الخزاعی، علی بن محمد (م ۷۸۹ھ)، تخریج الدلالات السمعیة علیٰ ماکان فی عھد رسول اللہ من الحرف والصنائع والعمالات الشرعیة، مکتبہ السندس، کویت، ۱۹۹۰ء، ص: ۴۱۸-۱

۹۔ الکتانی، محمد عَبْدالحيّ (م ۱۳۸۲ھ)، نظام الحکومة النبویة المسمی بہ التراتیب الإداریة والعمال التوالصناعات والمتاجر والحالة العلمیة التي کانت علی عھد تأسیس المدنیة الإسلامیة في المدینة المنورة العلمیة، مطبع دارالسلام للطباعة والنشر والتوضیع، ریاض، ۲۰۱۲ء، ص: ۱۱۲-۱

۱۰۔ السدیري، توفیق بن عبدالعزیز، الإسلام والدستور، وکالة المطبوعات والبحث العلمی وزارة الشؤون الاسلامیہ والاوقاف ودعوة والارشاد، بیروت، ۱۴۲۵ھ، ص: ۲۴۱-۱

۱۱۔ عوض عبداللہ أبوبکر، نظام الإثبات في الفقه الإسلامي، مجلہ الجامعة الاسلامیہ، مدینہ المنورہ، ۲۰۱۰ء، ص: ۱۲۲-۱

۱۲۔ محمد رأفت عثمان، النظام القضائي في الفقه الإسلامي، دارالبیان، بیروت، ۲۰۱۰ء، ص: ۵۷۴-۱

13. Muhammad Asad, Allama, The Principle of State and Government in Islam, Idara Islamiat, Anarkali, Lahore, 1996, P. 1-35

۱۴۔ ملاحظہ ہوں: الزمخشری، محمود بن عمر (۴۶۷-۵۳۸ھ)، اساس البلاغۃ، مادہ نظم، ج: ۵، ص: ۶۷، دارالفکر، بیروت، س۔ن؛ ابن منظور افریقی جمال الدین محمد بن مکرم (۶۳۰-۷۱۱ھ)، لسان العرب، مادہ نظم، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۵ء؛ فیروزآبادی، مجدالدین ابوطاہر محمد بن یعقوب (۷۲۹-۸۱۷ھ)، القاموس المحیط، ج: ۴، ص: ۱۸۹، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۷ء؛ السیوطی، جلال الدین (۸۴۹-۹۱۱ھ)، الاتقان فی علوم القرآن، ج: ۳، ص: ۳۷۱، مکتبہ العلم، الریاض، ۱۹۹۹ء

۱۵۔ ملاحظہ ہوں: ابن منظور افریقی، لسان العرب، مادہ: ن س ق، ج: ۵، ص: ۸۹؛ مادہ: وف ق، ج: ۶، ص: ۳۴؛ مادہ: ن س ب، ج: ۷، ص: ۵۵؛ مادہ: رب ط، ج: ۶، ص: ۱۱۳؛ مناع القطان (م ۱۹۹۹ء)، مباحث فی علوم القرآن، ص: ۹۷، مکتبہ العلم، الریاض، ۲۰۰۰ء

۱۶۔ الشاطبی، ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات فی اصول الشریعہ، القاہرہ، ۱۹۷۲ء، ج: ۱، ص: ۱۰۰-۱

۱۷۔ ملاحظہ ہوں: خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، الفیصل ناشران، اُردو بازار، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص: ۱۳۷-52؛ حامد انصاری، مولانا، اسلام کا نظامِ حکومت، الفیصل ناشران، اردو بازار، لاہور، ۱۹۹۹ء، ص: ۲۲۲-۱۷۰

۱۸۔ الاعراف ۷: ۵۴

۱۹۔ الانبیاء ۲۱: ۲۲

۲۰۔ طہٰ ۲۰: ۵۳

۲۱۔ الجمعہ ۶۲: ۲

۲۲۔ الفتح ۴۸: ۲۳

۲۳۔ ہود ۱۱: ۱۱۲

۲۴۔ الشوریٰ ۴۲: ۱۵

۲۵۔ الحجرات ۴۹: ۱

۲۶۔ الحجرات ۴۹: ۲

۲۷۔ الحجرات ۴۹: ۳

۲۸۔ الحشر ۵۹: ۷

۲۹۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، (م ۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، المناقب، باب، خاتم النبیین، حدیث نمبر: ۳۵۳۵، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۲۰۰۰ء

۳۰۔ ملاحظہ ہوں: شاہ ولی اللہ (م ۱۷۶۲ء)، حجۃ اللہ البالغہ، زم زم پبلشرز، کراچی، ۲۰۱۰ء، ج:۲، ص:۱۸۱-۱۱۸
وھبۃ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دار الفکر، بیروت، الجزء الثانی، ص:۸۱۳-۶۴۱

۳۱۔ النساء۴:۱۰۳

۳۲۔ ابو بکر جابر الجزائری، منہاج المسلم، مترجم: مولانا محمد رفیق، دار السلام پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۷ء، ص:-۴۱۶ ۴۵۹

۳۳۔ مصدر نفسہ، ص:۴۹۶-۴۵۹

۳۴۔ مصدر نفسہ، ص:۳۲۲-۲۹۳

۳۵۔ ملاحظہ ہوں: شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ج: ۱، ص:۲۵۰-۲۴۱؛ علامہ محمد اسد، اسلامی مملکت وحکومت کے بنیادی اصول، مترجم: مولانا غلام رسول مہر، جمعیۃ پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص:۱۴۴-۱۱۷؛
Shaukat Ali, Islam and The Challenges of Modernity, Quaid e Azam University, Islamabad, 2004, P1-13

۳۶۔ صحیح البخاری، الاحکام، باب قول اللہ تعالی :(اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ)، حدیث:۷۱۳۷

۳۷۔ صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب السمع والطاعۃ، حدیث: ۷۱۴۲

۳۸۔ النساء۴:۵۹

۳۹۔ مسلم بن الحجاج ابو الحسن القشیری نیشاپوری (م ۲۶۱ھ)، کتاب الامارہ، باب وجوب طاعۃ الامراء، حدیث:۱۸۴۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت

۴۰۔ بخاری کتاب اخبار الاحاد، باب ماجاء فی اجازۃ خبر الواحد الصدوق، حدیث: ۷۲۵۷

۴۱۔ بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبیؐ:(سترون بعدی امورا تنکرونھا)، حدیث:۷۰۵۳

۴۲ جامع الترمذی، کتاب الفتن، باب کراھیۃ اھانۃ السلطان، حدیث: ۲۲۲۴

۴۳۔ الصف ۶۱:۳-۲

۴۴۔ البقرہ ۲:۴۴

۴۵۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان، حدیث:۴۹

۴۶۔ العصر ۱۰۳: ۳-۱

۴۷۔ مسند احمد، ج:۲، ص:۲۹۷، جامع ترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ ویل للمطففین، حدیث: ۳۳۳۴

۴۸۔ المطففین ۸۳:۱۴

49. Amir Ansari, Ethics in Islam, Cyber Tech Publications, New Delhi, 2008, P. 37-221

۵۰۔ ملاحظہ ہوں: ابو بکر جابر الجزائری، منہاج المسلم، ص:۲۰۰-۱۶۲؛ Iqbal Mullick, Women in Islam, Cyber Tech Publications, New Delhi, 2008, P. 1-62

۵۱۔ بیہقی، شعیب الایمان، ص:۲۱۰، ج:۶، حدیث:۷۹۲۹

۵۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، باب اذا غدر المشرکون بالمسلمین، حدیث: ۳۱۶۹

۵۳۔ ابو بکر جابر الجزائری، منہاج المسلم، ص:۲۳۶-۲۰۸

۵۴۔ یوسف ۱۲:۱۷

۵۵۔ علی المتقی بن حسّام الدّین الہندی (م ۹۷۵ھ)، کنز العمال، منشورات مکتبہ التراث الاسلامی، حلب، الطبعۃ الأولیٰ، ۱۹۷۷ء، ج:۱۵، ص:۲۱۱

۵۶۔ بخاری، محمد بن اسماعیل (م۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب السبق بین الخیل، حدیث:۲۸۶۸، ج:۶، ص:۷۱

۵۷۔ ابن سعد، محمد بن سعد (م ۲۳۰ھ) ، الطبقات الکبریٰ، مترجم: عبد اللہ عمادی، نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۳ء، ج:۲، ص:۲۳۰

۵۸۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر (م۲۰۰۲ء) ، خطبات بہاولپور، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء، پیراگراف:۲۱۴، ص:۲۴۲

۵۹۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب ناقۃ النبی، حدیث:۲۸۷۲، ج:۶، ص:۷۳

۶۰۔ علی المتقی الہندی، کنز العمال، ج:۴، ص:۳۵۰

۶۱۔ م-ن، ج:۱۶، ص:۴۴۳

۶۲۔ ملاحظہ ہوں: ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی العمائم، ج:۴، ص:۹۵، حدیث:۴۰۷۱
م-ن، کتاب المراسیل، باب فی فضل الجہاد، ص:۱۲۸، حدیث:۲۸۵

۶۳۔ علی المتقی الہندی، کنز العمال، ج:۱۵، ص:۲۱۱

۶۴۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب النسوۃ التی یھدین المرأۃ الی زوجھا، حدیث: ۵۱۶۲، ج:۹، ص:۲۵۵

۶۵۔ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الغناء، ج:۴، ص:۴۳۴، حدیث:۴۹۱۵